مقام حدیث قرآن کی روشنی میں

قسط نمبر ۱

تحریر: حضرت العلام مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

حدیث اور سنت عموماً ہم معنی استعمال ہوتے ہیں، آنحضرت ﷺ کے قول، فعل، تقریر اور اجتہاد پر یہ دونوں لفظ بولے گئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے ارشادات اسی قدر قابل احترام ہیں جس طرح آنحضرت ﷺ کی ذات مقدس۔ قرآن کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر کا اپنے وقت میں یہی مقام ہے اور ﴿وَ مَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ﴾ "پیغمبر صرف اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔"

بعض انبیاء پر خاص آسمانی کتابیں نازل کی گئیں، تورات، انجیل، زبور، صحف موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام۔ بعض پر صرف احادیث ہی نازل ہوئیں، وہی ان کی شریعت تھی اور جناب اسماعیل، اسحاق، یونس اور ہود علیہم السلام وغیرہ کے احکام اسی قسم کے تھے۔ ان پر بظاہر احادیث کے سوا کچھ بھی نازل نہیں ہوا۔ ان احادیث کی مخالفت کی وجہ سے ان کی امتوں پر عذاب نازل کیا گیا اور رہتی دنیا تک بدنام ہوئے۔ ان انبیاء علیہم السلام کے متعلق کسی خاص کتاب کا ذکر نہیں فرمایا گیا اور نہ ہی احادیث میں ایسا تذکرہ آیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی طرف دونوں قسم کی وحی نازل فرمائی گئی: ﴿اِنَّاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ کَمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی نُوۡحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ﴾ "ہم نے تم پر اسی طرح وحی نازل کی جس طرح نوح علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی۔" یعنی قرآن بھی نازل فرمایا گیا اور حدیث وسنت بھی۔

وحی کے مختلف طریقے

وحی کے طریقوں کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد ہوا: ﴿وَ مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحۡیًا اَوۡ مِنۡ وَّرَآیِٔ حِجَابٍ اَوۡ یُرۡسِلَ رَسُوۡلًا فَیُوۡحِیَ بِاِذۡنِہٖ مَا یَشَآءُ﴾ "انسانوں کے ساتھ گفتگو میں ہمارے (اللہ تعالیٰ کے) تین طریقے ہیں: ۱۔ دل میں الہام فرمانا ۲۔ پس پردہ آواز سے یا ۳۔ فرشتہ بصورت پیغامبر آجائے اور پیغام دے جائے۔"

پہلے انبیاء علیہم السلام کے متعلق ممکن ہے کہ ان تینوں طریقوں کے مجموعہ سے انہیں مخاطب نہ کیا گیا ہو بلکہ کسی

ایک طریق سے ان پر وحی نازل ہوئی ہو لیکن آنحضرت ﷺ کے متعلق فرمایا: ﴿وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ ''ہم نے تم پر امر اسی طرح وحی کیا۔'' رسول کے علاوہ باقی دونوں طریق سے قرآن نازل نہیں فرمایا، یہ حدیث شریف کی وحی کے طریقے ہیں۔ ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ ''قرآن پاک بواسطہ جبریل علیہ السلام تمہارے دل تک پہنچایا گیا تا کہ تم ڈراؤ۔''

اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ خود قرآن عزیز سے تجسس کیا جائے کہ ارشاد نبوی ﷺ کی اہمیت خود قرآن کی نظر میں کیا ہے؟ مستقبل کی مشکلات، رواۃ کے حفظ وعدالت، شذوذ اور علل کے نقائص صاحب قرآن کی نظر سے پوشیدہ نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم تھا کہ سلسلہ روایت میں شکوک وشبہات اور ظنون کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ اس کے باوجود اگر قرآن عزیز، احادیث یعنی رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی اہمیت کو قبول فرمائے تو منکرین کو اعتراض کا حق نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ اس کا مطلب یہی ہوگا کہ قرآن علم کے اس شعبہ کو اعلانیہ قبول فرماتا ہے۔ ظنون وشبہات کے باوجود اس کی ضرورت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ تعلیم قرآن کا ایک جزو ہے اور یہ نقائص جن سے ہمارے شبہات میں اضافہ ہو رہا ہے جسے ہم شک وظن اور وہم سے تعبیر کرتے ہیں، قرآن کی نظر میں کوئی عیب نہیں اور اس کی بنا پر احادیث کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ اگر حدیث کی حیثیت تاریخ یا حوادث روزگار کی ہوتی اور اسے کوئی غیر معمولی اہمیت حاصل نہ ہوتی تو قرآن مجید اسے اتنی اہمیت نہ دیتا اور اس کے متعلق اتنے گہرے اور مضبوط ارشادات نہ فرماتا اور نہ ہی اسے بار بار دہراتا۔

قرآن مجید میں احادیث کا تذکرہ

قرآن عزیز میں احادیث کا تذکرہ دو طرح پر ملتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے الگ بالاستقلال ذکر فرمانا۔ آیات میں ایسے مقاصد کا ذکر جن کی تکمیل حدیث کے سوا نہ ہو سکے۔ اس کے ذیل میں ان آیات کا ذکر آئے گا جن میں دونوں قسم کے تذکرے موجود ہیں۔

﴿وَ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ ''رسولؐ جو کچھ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں رُک جاؤ۔''

''اتاکم'' کو یہاں ''نہاکم'' کے مقابلے میں رکھا گیا ہے اور نہی کے مقابلے میں امر ہوتا ہے، اس لئے ''آتاکم'' کا معنیٰ ''امرکم'' ہوں گے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کے امر پر سختی سے عمل کرو۔ امر کا مفاد

(مقصد) وجوب ہے اور نہی کا تقاضا حرمت۔ یعنی آنحضرت ﷺ جس چیز کا حکم فرما دیں اس کی پابندی واجب ہوگی اور جس چیز سے روکیں اس کا کرنا حرام ہوگا۔ آیت کا عموم آنحضرت ﷺ کی اطاعت کے وجوب پر مشتمل ہے۔

"فخذوہ" میں اسی وجوب وتاکید کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ آیت کو تقسیم غنائم پر محمول کیا جائے تو اصلی مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس میں بھی تقسیم آنحضرت ﷺ کے امرونہی کی بنا پر ہوگی۔ اس میں تشریع کے اختیارات آنحضرت ﷺ کو تفویض فرمائے گئے۔ وجوب وتحریم دونوں میں آنحضرت ﷺ کے ارشادات کو قطعی اور حتمی بنایا گیا اور لوگوں پر فرض کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ کے امرونہی کے بعد صرف اسی کی تعمیل کریں، کسی دوسری چیز کے انتظار کی ضرورت نہیں۔ ہمارے نزدیک حجیت حدیث کا یہی مطلب ہے۔ (وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ) "ہم نے رسول بھیجا ہی اس لیے ہے کہ لوگ اس کی اطاعت کریں۔" اس آیت میں رسالت کی علت غائی اطاعت قرار دی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص رسالت یا رسول کو تو تسلیم کرتا ہے لیکن اس کی اطاعت اور اس کے احکام کے سامنے انقیاد کو ضروری نہیں سمجھتا تو یقین کرنا چاہیے کہ وہ نبوت کی غایت اور اس کے مقصد سے ناواقف ہے۔ کسی چیز کی غایت اور مقصد سے انکار کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی افادی حیثیت سے انکار کر دیا گیا اور اسے بے سود سمجھا گیا۔ معلوم نہیں کہ اس کے بعد کفر وجحود کس کا نام رکھا جائے گا اور پیغمبر کو یہ مقام اللہ کے اذن سے ملا ہے، اس مقام کا انکار اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ **اعاذنا الله من ذلک.**

﴿فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ "اللہ تعالیٰ کی قسم! ان میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ لوگ آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلوں کو دلی رضامندی سے بے چوں وچراں قبول کرلیں۔"

اس آیت میں چند امور قابل غور ہیں:

۱۔ باہمی نزاع اور اختلاف کا ذکر اصول موضوعہ اور مسلمات کی طرح فرمایا ہے اور یہ اختلاف طبائع کا لازمی نتیجہ ہے۔ یعنی اختلاف ضرور ہوگا۔

۲۔ پھر اس کے رفع کی صورت صرف آنحضرت ﷺ کا فیصلہ ہے اور آپؐ کا حکم۔

۳۔ اس کے قبول میں دل کے ہواجس اور خطرات کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔

۴۔ معلوم ہے کہ یہ نزاع اور فیصلہ دونوں قرآن عزیز کے علاوہ ہیں اور علیحدہ، اگر اس سے مراد دنیا کے باہمی جھگڑے بھی لیے جائیں اور رسولؐ کے فیصلے کی حیثیت امیر اور حاکم وقت کے حکم کی ہو تو بھی اصل حجیت پر کوئی

اثر نہیں پڑتا۔ بلکہ آیت کا عموم دونوں کو شامل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی حیثیت منقسم ہوگی۔ دنیوی حیثیت سے وہ حاکم اور امیر ہیں اور اپنے روحانی منصب کے لحاظ سے وہ پیغمبر ہیں اگر دنیوی حیثیت سے ان کے فیصلے کے انکار سے ایمان کی نفی ہوسکتی ہے تو آپ ؐ کے روحانی منصب سے اختلاف یا اس کی حجیت کا انکار تو بطریق اولیٰ ایمان کی موت کے ہم معنی ہوگا۔ اس لیے آیت حجیت حدیث میں نص ہے، فاین المفر؟

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ ”اللہ اور اس کے رسول ؐ کے فیصلے کے بعد کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی صوابدید اور پسند کو اس امر میں مداخلت کا موقع دیں اور اگر کسی نے اس کی خلاف ورزی کی تو اس کی گمراہی بالکل ظاہر ہے۔“

۱۔ آنحضرت ﷺ کے فیصلے کی قبولیت شرط ایمان قرار پائی ہے۔

۲۔ فیصلہ کے بعد ذاتی پسند کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۳۔ اگر کوئی اپنی پسند کیلئے اصرار کرے اور صوابدید کے مطابق فیصلہ کی سعی کرے تو اس کیلئے ”ضلال مبین“ کی وعید موجود ہے۔

۴۔ اس قسم کے اختیار سے دستبرداری شرط ایمان قرار پائی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے قول وفعل اور اجتہاد کی حجیت اس آیت سے بالکل واضح ہے۔ اہل حدیث کا اس سے زیادہ کوئی جرم نہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کے مقام کو اس سے پست نہیں دیکھنا چاہتے۔ ہر صاحب امر کا حکم اپنے حلقہ اثر میں حجت تصور کیا جائے لیکن رسول اللہ ﷺ کو اس معقول اور واجبی حق سے محروم رکھا جائے۔

در حیرتم تمام کہ ایں چہ بوالعجبی است

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ”رسول ﷺ کی دعوت اور پکار کو تم اپنی باہمی پکار ودعوت کی طرح مت سمجھو! بلکہ رسول ؐ کی پکار واجب القبول ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو دوسروں کی آڑ میں حیلوں بہانوں سے آنحضرت ﷺ کی اطاعت سے بچنا چاہتے ہیں۔ جو لوگ آنحضرت ﷺ کے امر کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں کسی

آزمائش یا دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔"

آیت کی تصریحات پر غور فرمائیے:

۱۔ آنحضرت ﷺ کی پکار کا حکم لوگوں کی معمولی اور متضاد گفتگو سے مختلف ہے۔ باہمی گفتگو میں ایک دوسرے کی مخالفت کی جاسکتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔

۲۔ حیلوں اور بہانوں سے دوسروں کی آڑ میں بھی آنحضرت ﷺ کے احکام کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ منافقین کا طریق ہے۔

۳۔ جو لوگ آنحضرت ﷺ کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں (انہیں حجت نہیں سمجھتے) وہ عذاب الیم کے مستحق ہیں۔ ﴿يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ﴾ کا لفظ مخالفین حدیث کیلئے ازبس غور طلب ہے۔ ﴿وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ﴿فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ "نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔" "نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔

ان دونوں آیات میں نماز اور زکوٰۃ کی طرح آنحضرت ﷺ کی اطاعت کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ نور، سورۂ احزاب، سورۂ مجادلہ میں مقام رسالتؐ اور اس کی اطاعت کا ذکر کثرت سے آیا ہے اور اس کی تائید کیلئے اسلوب بیان میں عجیب حکیمانہ تصرف فرمایا ہے جس کی خوبی کا لطف وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جن کو عربی زبان سے کچھ تعلق ہے۔ سورۂ نور میں "الرسول" کو بقید تعریف ذکر فرمایا ہے جس سے مراد صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور سورۂ مجادلہ میں اللہ اور رسولؐ دونوں کا ذکر فرمایا ہے، مطلب ایک ہی ہے، انداز بیان بے حد لطیف ہے۔ "رسولہ" میں رسالت کو اپنی قرار دے کر رسولؐ کو بھی اپنا بنا لیا ہے۔

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ "اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، تمہاری غلطیاں معاف فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی محبت ایک مسلمہ مطلب ہے، موحد اور مشرک دونوں یکساں اس کی طلب میں کوشاں ہیں فرمایا: اس کی راہ صرف میری اتباع ہے اور اس سے نہ صرف تمہاری محبت کا اظہار ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت

کریں گے۔ محب ہونے کی بجائے تمہیں محبوبیت کا مقام حاصل ہوگا اور گناہ معاف ہو جائیں گے۔ محبوب کی لغزشوں سے درگزر کرنا محبت کا طبعی نتیجہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے اتباع کا وجوب کسی حکیمانہ انداز سے فرمایا ہے۔ محبت الٰہی کے سرفروش اور سرگرداں متوالوں کو محبوبیت کا نسخہ بتا کر ان پر نوازش کی گئی ہے۔ محبت کے آرزومندوں کو محبوب ہونے کی راہ بتا دی گئی ہے۔

عزیزاں را ازیں معنٰی خبر نیست
کہ سلطان جہاں بابا است امروز

یہ ساری نوازشیں آنحضرت ﷺ کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہیں اور آنحضرت ﷺ کی عملی اطاعت اس عظیم الشان کامیابی کی ضامن ہے۔ کتنا تعجب ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی حجیت سے انکار کر کے محبت و محبوبیت کی دونوں راہوں پر پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں۔

﴿وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ وَ لَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا﴾ ''ہم نے تم پر کتاب یقیناً اس لیے اتاری ہے کہ تم لوگوں کا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بصیرت سے فیصلہ کرو اور اس میں خیانت پیشہ لوگوں کی حمایت مت کرو۔''

کتاب حق اتارنے کی علت، حکم نبویؐ کو قرار دیا ہے، اگر آنحضرت ﷺ کو فیصلہ کا حق نہ ہوتا اور فیصلہ قبول کرنا ضروری نہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ پر کتاب اتارنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

۱۔ یہ فیصلہ بھی وحی ناطق سے نہیں ہوا بلکہ ارادہ اللہ میں یہ وضاحت فرمائی گئی ہے کہ یہ فیصلہ سوچ و بچار اور اجتہاد سے ہوگا۔

۲۔ آنحضرت ﷺ سے عہد لیا گیا ہے کہ کسی غلط آدمی کی حمایت نہ کریں۔

۳۔ آیت میں معاملہ دوٹوک کر دیا گیا ہے یا تو آنحضرت ﷺ پر نزول قرآن ہی کا انکار کر دیا جائے یا پھر آنحضرت ﷺ کے اجتہادات کو منجانب اللہ سمجھا جائے۔ آنحضرت ﷺ کے ارشادات محض تاریخی سرمایہ نہیں بلکہ واجب التعمیل اور حقیقت قاطعہ ہیں۔ ﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾

ایک دھوکہ

بعض منکرین سنت نے بڑی عنایت فرمائی وہ فرماتے ہیں کہ ہم احادیث کا انکار نہیں کرتے بلکہ یہ

ایک تاریخ کا قیمتی سرمایہ ہے اور مقدس تاریخی دستاویز ہے۔ ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ﴾

مقام نبوت سمجھ لینے کے بعد اس کا مطلب انکار کے سوا کچھ نہیں، بلکہ آنحضرت ﷺ کی انتہائی توہین ہے۔ اس قطعی ملمع سازی کا اس کے سوا کوئی مطلب نہیں کہ آنحضرت ﷺ کا مقام علامہ ابن خلدون، ابن جریر، ابن کثیر اور دیگر مؤرخین کے پس وپیش ہوگا، ہر آدمی کو اس پر بحث وتنقید کا حق ہوگا، نیز تاریخی مباحث کا تختہ مشق ہوگا۔ بحث ونظر کی موشگافیاں نبوت کے ماحول کو محیط ہوں گی۔ یہ مقام تمام علماء کا ہے بلکہ بحیثیت مؤرخ یورپ کے ملاحدہ نے بہترین تاریخی سرمایہ علم کی منڈیوں میں بکھیرا ہے جو اہل نظر کیلئے دعوت فکر کا سامان مہیا کررہا ہے۔

ہمارے یہ دوست (اگر شرم وحیا دنیا سے نابود نہیں ہوگئی ہے تو) غور کریں کہ یہ کونسا مقام ہے جو آپ آنحضرت ﷺ کو عنایت فرمارہے ہیں؟ ایک شخص اپنے باپ کے متعلق کہتا ہے کہ میں اس کا بیٹا تو نہیں لیکن ویسے وہ شریف آدمی ہے۔ یورپ کے اکثر بے دین آنحضرت ﷺ کو مقدس انسان سمجھتے ہیں لیکن پیغمبر نہیں سمجھتے۔ یہی حیثیت حضرات اہل قرآن نے انبیاء کرام علیہم السلام کو عنایت کی ہے وہ دیانۃً سوچیں کہ مقام نبوت اور عام علم کے مقام میں کیا فرق رہا؟ ...... ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ دراصل ان حضرات نے شکست زدہ ذہنیت پائی ہے، محققین یورپ کی عقیدتمندانہ ذہنیت نے اسلام کے عقائد، انبیاء اور ان کے مقام کو ان کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا ہے۔ ﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ﴾ بجائے اس کے کہ وہ اس علمی سرمایہ پر فخر کریں جسے صدیوں سے ائمہ امت نے اپنے پیغمبر کی وراثت سے حاصل کیا، یہ حضرات اس میں عار محسوس کرتے ہیں۔ اس پر ایمان سے ان کا دل ندامت محسوس کرتا ہے۔ ﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ﴾ سنت کے ان حصوں پر جن میں کچھ تاریخی تذکرے موجود ہیں، شاید تھوڑی دیر کیلئے یہ لفظ گوارا کیا جاسکے لیکن اوامر ونواہی، ترغیب وترہیب، زہد وورع، اخلاق وعبادات اذکار وادعیہ پر کیونکر تاریخ کا لفظ بولا جائے؟ ان حضرات نے اس معاملے میں اس ذہنی سخافت کا ثبوت دیا ہے کہ علمی بدحواسی سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ ان فقرات میں دھوکہ اور دجل ہے جو ایک حوصلہ مند ملحد اور دلیر کافر اور بہادر منکر کیلئے مناسب ہے۔ ان الفاظ میں نفاق کی بدبو ہے۔ ﴿وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ایسے الفاظ وہی زبانیں کہہ سکتی ہیں جن کے دل ایمان کی حلاوت سے خالی ہوں۔ اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه و أرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔

(جاری ہے)